



علمائے حق اور علمائے سُوء (حصہ اول)

مفتی منیب الرحمن

علمائے حق اور علمائے سُوء کی تقسیم ازل سے چلی آرہی ہے، ابلیس جہل کے سبب راندہ درگاہ نہیں ہوا بلکہ عُجب و استکبار نے اُسے ذلیل و رسوا کر دیا اور اُس نے عقل عیار کو دلیل حق کے مقابل معیار بنایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کے حکم کو رد کرنے کے لیے عقلی دلیل کا سہارا لیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: (آدم کو) سجدہ کرنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟، جب کہ میں تمہیں حکم دے چکا تھا، وہ بولا: میں اِس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اِسے مٹی سے پیدا کیا ہے، (الاعراف: 12)۔“ اللہ تعالیٰ نے اِسی مضمون کو سورۃ الحج 33-31 اور بنی اسرائیل: 61 میں بیان فرمایا۔ اِسی مضمون کا تفصیلی بیان ص 75-76 میں ہے: ”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا، اُس کو سجدہ کرنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟، کیا تو نے تکبر کیا یا تو (ازل سے) متکبرین میں سے تھا، اُس نے کہا: (اے اللہ!) میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے بنایا ہے۔“ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی شیطان کی سرکشی کا سبب بیان فرمایا: ”اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا، (بقرہ: 34)۔“ یعنی ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کرنے کے لیے عقلی دلیل کا سہارا لیا اور باطل اجتہاد سے کام لیا۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے کہا ہے:

تکبر عزایل را خوار کرد بہ زندان لعنت گرفتار کرد
کسی را کہ خصلت تکبر بود سرش پر غرور از تصور بود

ترجمہ: ”تکبر نے شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لیے ملعون ٹھہرا۔ جس کی عادت تکبر بن جائے، اُس کا دماغ اِسی کے تصور سے غرور سے معمور ہو جاتا ہے۔“ چنانچہ اِسی خصلت کے سبب قرآن نے ابلیس کو راندہ درگاہ (رجیم) اور قیامت تک لعنت کا حقدار قرار دیا۔

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ محض علم ہدایت کی ضمانت نہیں ہے تاوقتیکہ اُس کے ساتھ فصل الہی اور تائید ربانی شامل نہ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”پس کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے اور اللہ نے اُس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اللہ (کی توفیق سے محرومی) کے بعد اُسے کون ہدایت

دے سکتا ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے، (الجاثیہ: 23)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عقل عیار بھی کبھی قبول حق سے حجاب بن جاتا ہے جتنی جاگتی آنکھیں بھی آیات حق کو دیکھ کر عبرت پکڑنے سے محروم رہ جاتی ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا ہے:

شوق تیرا اگر نہ ہو، میری نماز کا امام
عقل، غیاب و جستجو، عشق، حضور و اضطراب

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! اگر آپ کا شوق میری نماز کا امام نہ ہو، تو میرا قیام بھی حجاب ہے اور میرے تجوید بھی حجاب ہیں، یعنی نگاہ نبوت کے فیضان سے عقل اور نگاہوں سے پردے اٹھتے ہیں اور انسان حقیقت سے آشنا ہوتا ہے، اسی کو بصیرت کہتے ہیں۔ عقل جو حضوری سے محروم تھا، لیکن اُس میں تلاش حق کی جستجو تھی اور عشق جو حضوری کی لذت پانے کے شوق میں پیچ و تاب کھا رہا تھا، یا رسول اللہ! تیری نگاہ پاک کے فیضان سے یہ دونوں با مراد ہو گئے اور دونوں حضوری بارگاہ رب العالمین کی روحانی لذت سے آشنا ہوئے۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی ریاضت و مجاہدہ کے تجربات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ایک دفعہ میں سیاحت کے دوران ایک ایسے جنگل میں چلا گیا جہاں پانی ناپید تھا، کئی دن پانی پیے بغیر گزر گئے، پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا، بارش ہوئی اور اس کے چند قطروں سے سکون ملا۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کر لیا اور عجیب صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: ”اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تمہارے لیے وہ سب چیزیں حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لیے حرام کی ہیں، جو چاہو لے لو اور جو چاہو کرو۔“ میں نے کہا: ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“، ملعون! دفع ہو جا، یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی اور اُس نے کہا: اے عبدالقادر! تو نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم اور اپنے روحانی مرتبے کی رفعت کے سبب میرے اس داؤ سے نجات پالی، ورنہ میں اس حربے سے ستر ایسے اہل طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں، جنہیں دوبارہ وہ مقام رفعت نصیب نہیں ہوا۔ میں نے کہا: میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان نے مجھے تیرے فریب میں مبتلا ہونے سے بچالیا ہے، (اخبار الاخیار، فارسی، ص: 12)۔ علامہ ابن تیمیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: حضرت شیخ سے کسی نے پوچھا: آپ نے کیسے جانا کہ یہ شیطان ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اُسے اُس کے اس قول سے پہچانا: ”میں نے تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال کر دیا جو دوسروں پر حرام ہے“، کیونکہ مجھے یقین تھا کہ محمد ﷺ کی شریعت نہ تو منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اُس کی شناخت کی دوسری وجہ بھی اُس کا یہ قول تھا: ”میں تمہارا رب ہوں“، وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ میں اللہ ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: 1، ص: 172، طبع سعودیہ)، (غنیۃ الطالبین مترجم، ص: 31-30، فرید بک اسٹال، لاہور)۔ غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہم کے اس واقعے سے عیاں ہوا کہ فریب نفس، مکر شیطان اور فکر کی کجی سے بچاؤ کے لیے محض علم کافی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کی تائید و توفیق کا شامل حال ہونا بھی ضروری ہے۔

علمائے حق اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیقات اور اُس کے رسول مکرم کے فیضانِ نظر سے فیض یافتہ ہوتے ہیں، انہیں تائید باری



تعالیٰ نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی فکر کو زلیغ (کجی)، زلّہ (مبھلنے)، مکرِ شیطان، فریبِ نفس اور اغوائے شیطان (شیطان کے گمراہ کرنے) سے محفوظ فرماتا ہے اور وہ خَلقِ خدا کے لیے دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، وہ حُجُب، استکبار اور تعلیٰ سے بچے رہتے ہیں اور عَجَز و انکسار کا پیکر ہوتے ہیں۔ تعلیٰ اور استکبار کے معنی ہیں: ”خود بڑا بن جانا یا خود کو بڑا سمجھنا“، اسی کو تکبر بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کا تکبر و استکبار کسی بھی درجے میں پسند نہیں ہے، کیونکہ الْعَزِيزُ، الْحَبَّارُ اور الْمُتَكَبِّرُ اُس کے اسمائے صفات ہیں اور کبریائی صرف اُسی کی شان ہے، حدیثِ قدسی ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری ازار ہے، سو جو ان صفات (کا دعوے دار بن کر) مجھ سے مقابلہ کرے گا، تو میں اُسے جہنم میں ڈال دوں گا، (ابن ماجہ: 4174)۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے کبریائی اور عظمت کو اپنی شان اور خصوصیت سے تعبیر کیا، بندے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا عجازی مظہر بن سکتے ہیں، لیکن کبریائی اور عظمت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے اور الْمُتَكَبِّرُ صرف اُسی کی شان ہے، بندے کے لیے کسی بھی صورت میں یہ صفات روا نہیں ہیں، علامہ اقبال نے حق کہا ہے:

سروری زیبا فقط، اُس ذات بے ہمتا کو ہے حکمراں ہے اک وہی، باقی بٹانِ آزاری

اللہ تعالیٰ نے علمائے حق کو بڑا مقام عطا فرمایا ہے، آل عمران: 18 میں اپنی اُخْدِیت اور معبود برحق ہونے کے حوالے سے اپنی شہادت، ملائکہ کی شہادت کے ساتھ متصل اہل علم کی شہادت کو بطور حجت کے ان کلمات میں بیان فرمایا: ”اللہ نے گواہی دی کہ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے عدل پر قائم رہتے ہوئے گواہی دی“۔ یہ علمائے حق کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا اعزاز ہے۔ النساء: 165 میں اللہ تعالیٰ نے بھشت رسالت کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ انسانوں پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے اور اُن کے پاس کفر و شرک، ضلالت، فسق و فجور، معصیت اور بدی کی ہر صورت پر قائم رہنے کے لیے کوئی قابلِ قبول جواز اور دلیل باقی نہ رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علمائے حق کو توحید باری تعالیٰ کی حجت میں شامل فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے (1): ”علماء اللہ کی مخلوق پر اُس کے امین ہیں، (مسند الشہاب للققھاعی: 115)“ (2): علماء (تبلیغ دین اور علمِ نبوت میں) بے شک انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتے، انبیاء کی وراثت تو صرف علم (دین) ہے، سو جس نے علمِ دین کو حاصل کیا، اُس نے وراثتِ نبوت میں وافر حصہ پایا، (سنن ترمذی: 2682)۔ (3): ”بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے اور اہل ارض و سما یہاں تک کہ چوئیاں اپنی پلوں میں لوگوں کو دین کی تعلیم دینے والے کے لیے دعا کرتے ہیں“ اور دوسری حدیث میں فرمایا: ”پانی میں تیرتی ہوئی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں، (سنن ترمذی: 2682، 2685)۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں، (فاطر: 28)۔“

(روزنامہ دنیا، 10 اپریل 2017ء)



علمائے حق اور علمائے سوء

(حصہ دوم)

مفتی منیب الرحمن

علمائے سوء کی ایک خصوصیت بے عملی ہے، جس کے سبب اُن کے دل و دماغ سے علم کا نور اٹھ جاتا ہے اور اُس کے نتیجے میں وہ تحشیتِ الہی سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے علمائے بنی اسرائیل کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے، (بقرہ: 44) اور فرمایا: ”اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور تم جانتے ہو جیسے حق کو نہ چھپاؤ، (بقرہ: 42)۔“

بنی اسرائیل پر اُن کے عصیان اور حق سے تجاوز کے سبب اللہ تعالیٰ نے داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کا ذکر کرنے کے بعد اُن کی یہ خرابی بیان فرمائی: ”وہ ایک دوسرے کو اپنے برے کرتوتوں سے روکتے نہیں تھے، اُن کا یہ شعار نہایت برا تھا، (المائدہ: 78-79)۔“ علمائے بنی اسرائیل کا ایک شعار حق کو چھپانا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، جب کہ ہم ان امور کو اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر چکے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، (بقرہ: 159)۔“

کتمانِ حق کرنے والے اپنی دنیا سنوارنے کے لیے حق کو چھپاتے تھے، وہ اہل زرا اور اہل اقتدار کے لیے اللہ کے احکام سے بچ نکلنے کی حیلہ سازی کرتے تھے، اسی کو قرآن مجید نے ”نَمَسَ قَلِيلٌ“ کے عوض آیاتِ الہی کو بیچنے سے تعبیر فرمایا: ”پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑی قیمت نہ لو، (المائدہ: 44)۔“

بنی اسرائیل میں اعتقادی اور عملی خرابیوں نے کس طرح نفوذ کیا، رسول اللہ ﷺ نے اُس کی بابت فرمایا: ”بنی اسرائیل میں پہلے پہل جب خرابی داخل ہوئی تو ایک شخص دوسرے سے ملتا اور کہتا: یہ کیا کر رہے ہو، اللہ سے ڈرو اور یہ کرتوت چھوڑو، یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر اگلے دن اُن سے ملتا تو انہیں منع نہ کرتا، پھر اُن کا ہم نشین اور ہم نوالہ وہم پیلا ابن جاتا، اسی سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کی نحوست کو ایک دوسرے کے دلوں پر مسلط کر دیا، پھر آپ ﷺ نے سورہ ص: 122 اور سورہ مائدہ: 81 کی آیات تلاوت کر کے فرمایا: خبردار! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے اور ظالم کا ہاتھ روکو گے اور تمہیں ضرور اپنی پوری صلاحیت کے مطابق حق سے انحراف کی روش کو روکنا اور لوگوں کو حق پر قائم رکھنا ہوگا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی نحوست کو ایک دوسرے پر مسلط فرما دے گا

اور پھر بنی اسرائیل کی طرح تم پر بھی لعنت فرمائے گا، (سنن ابوداؤد: 4337، سنن ترمذی: 3047)۔“

شب معراج رسول اللہ ﷺ کو عذاب و ثواب کے مشاہدات کرائے گئے، اُن میں سے ایک یہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا ہے، میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے کہا: (یا رسول اللہ!) یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہیں، (سنن بیہقی 1773)۔“

معاشرے کا کوئی طبقہ نہ سرا سر خیر ہوتا ہے اور نہ شر، البتہ معاشرے کا وہ طبقہ بہتر ہوتا ہے جس میں خیر کا عنصر غالب ہو۔ آج کل ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ایک بیمار معاشرہ ہے۔ اس لیے بہت کم دن ایسے گزرتے ہیں جن میں کوئی بری خبر نہ آئے، اگر کبھی امن و سکون کا وقفہ طویل ہو جائے تو ہم دعوے کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے شر پر غلبہ پالیا ہے، لیکن اچانک پھر کوئی سانحہ رونما ہوتا ہے اور ہماری خوش فہمیوں کا آئینہ چمکنا چور ہو جاتا ہے۔ گزشتہ ہفتے سرگودھا میں ایک انسانی المیہ رونما ہوا اور میڈیا کی خبروں کے مطابق 20 افراد قتل کر دیے گئے۔ اس جرم کے محرکات اگرچہ نفسانی تھے، لیکن اس کے پیچھے ایک مذہبی عنوان بھی کارفرما تھا۔ سوشل میڈیا پر ایک وڈیو گردش کر رہی ہے، جس میں ایک نیم برہنہ بابا مرکز عقیدت ہے اور اُس کے گرد مردوزن، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا مخلوط دھمال جاری ہے اور وقفے وقفے سے انتہائی اخلاق سوز گالی دی جا رہی ہے، جس کو نقل کرنے کا یہ ناچیز متحمل نہیں ہو سکتا۔

یہ مراکز اس لیے آباد ہیں کہ ہوائے نفس کی تسکین کا پورا پورا اہتمام ہوتا ہے۔ بہت حوا بھی موجود، چرس وافیون اور حرام مشروب بھی دستیاب، الغرض مذہبی چھتری تلے لذت نظر اور ہوا دھوس کا مکمل اہتمام موجود ہوتا ہے، پس ابلیس کے چیلوں کو اور کیا چاہیے۔ جوئے اور شراب کے اڈوں کی طرح ان مراکز کو بھی پولیس تھانوں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اُن کا حصہ اُن کو پہنچ جاتا ہے۔ جناب عمران خان کا یہ کہنا بجا ہے کہ جب تک پولیس کے ادارے کو حکومت کی انتظامی گرفت اور سیاسی اثر و رسوخ سے آزاد کر کے آئین و قانون اور عدالت کے سامنے جواب دہ نہیں بنایا جائے گا، معاشرے کو ان ناسوروں سے نجات نہیں ملے گی۔

اس کا ایک اور رُخ یہ ہے کہ تبلیغی، دعوتی اور اصلاحی تنظیموں نے ”نبی عن المنکر“ سے دامن بچا کر صرف ”امر بالمعروف“ کا آسان راستہ اختیار کر رکھا ہے، کیونکہ یہ عافیت و آسودگی کا راستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام جائز و ناجائز کاروبار والے طبقات وہاں کا رُخ کرتے ہیں اور اپنی دنیاوی آسودگی اور عاقبت کی فلاح کا انتظام کر لیتے ہیں۔ دعاؤں میں تو بطور خاص شریک ہوتے ہیں، کیونکہ وہاں دعاؤں کی عدم قبولیت کے اسباب بیان نہیں ہوتے، بلکہ قبولیت کی سند عطا کی جاتی ہے۔ غیر پابند شریعت، بد عمل پیروں اور عاملوں کو پیشہ ور و اعظین اور مناظرین کی خدمات بھی دستیاب ہوتی ہیں۔ اُن کے پاس دلائل کا انبار ہوتا ہے، ہر بات کو جواز کی سند عطا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حوالہ اُن کی زنبیل کے حاضر اشاک میں دستیاب ہوتا ہے۔ اس سے کسے غرض کہ دلیل کا وزن کیا ہے، یہ ایک منفرد قسم کی مارکیٹ ہے، اس کے مارکیٹنگ ایکسپرٹ ہارورڈ اور Yale یونیورسٹیوں کے ایم بی اے مارکیٹنگ سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ چوہدری صاحبان، جاگیر دار وڈیرے اور سرمایہ دار عمرے کے ٹکٹ کے نام پر جمع لگاتے ہیں اور اپنی خواہش نمود کی تسکین

کرتے ہیں، یہ کار خیر نمود کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قد آدم ہو رڈنگز پر لاکھوں روپے کا زر کثیر خرچ ہوتا ہے جو قوم سے دین کے نام پر وصول کیا جاتا ہے، اس رقم کو کسی تعلیمی ادارے کے قیام یا ناداروں کے علاج یا بھوکوں کے لیے طعام پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، لیکن پھر واہ واہ کیے ہوگی اور داد کون دے گا؟۔

وقت کے حکمرانوں کو اپنے اقتدار کے استحکام و دوام سے غرض ہوتی ہے، وہ ”نہی عن المنکر“ کا فریضہ انجام دے کر اپنے حامیوں اور ووٹروں کی ناراضی کا خطرہ کیسے مول لے سکتے ہیں، اگرچہ بڑی تعداد علمائے حق کی ہے، لیکن علمائے سوء بھی اس معاشرے میں موجود ہیں، سو ایسے میں دینی اقتدار کی حمایت کے لیے کھڑے ہو کر اپنی جان و مال اور آبرو کا خطرہ کون مول لے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ”مجھ سے خیر کے بارے میں سوال کرو، پھر فرمایا: سنو! سب سے بڑی شر ”شرار علماء“ اور سب سے بڑی خیر ”خيار علماء“ ہیں، (سنن دارمی: 400)۔“ ہمارے معاشرے کو اللہ تعالیٰ ”خيار علماء“ کی صورت میں سب سے بڑی خیر غالب عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہارے اُمراء تمہارے بہترین لوگ ہوں، تمہارے مالدار لوگ نخی ہوں، تمہارے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہو رہے ہوں، تو تمہارے لیے زمین کا ظاہر اُس کے باطن سے بہتر ہے (یعنی زندگی تمہارے لیے نعت ہے) اور جب تمہارے اُمراء تم میں سے بدترین لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں، تمہاری زمام کار عورتوں کے ہاتھ میں ہو، تو تمہارے لیے زمین کا باطن ظاہر سے بہتر ہے (یعنی زندگی خیر نہیں ہے)، (سنن ترمذی: 2266)۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دین کا علم اس لیے حاصل کیا کہ علماء سے مباحثہ کرے یا کم علم لوگوں سے کٹ جاتی کرے یا لوگوں کی عقیدت کا رُخ اپنی جانب پھیرے، تو (ایسا علم) اُسے جہنم میں داخل کر دے گا، (سنن ترمذی: 2654)“ اور فرمایا: ”وہ علم جسے صرف اللہ کی رضا کے لیے حاصل کرنا چاہیے، جس نے اُسے اپنی دنیا سنوارنے کے لیے حاصل کیا، وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا، (سنن ابوداؤد: 3664)۔“

صدر ایوب خان کے زمانے میں پیر آف دیول شریف نے انہیں اپنا عقیدت مند بنالیا، تو پھر اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سب کا رُخ پیر صاحب کی طرف ہو گیا، اُس کے بعد سے یہ کلچر جاری و ساری ہے۔ اگر کسی ادارے کا سربراہ کسی آستانے پر پایا گیا، تو اُس کے ماتحت وہیں طواف کرتے ہوئے نظر آئیں گے تاکہ صاحب کی نظروں میں آجائیں۔ و سنا ہے آج کل اسلام آباد میں ایسے ہی ایک پیر صاحب کا شہرہ ہے اور قیمتی گاڑیوں کی طویل قطاریں اُن کے آستانے پر نظر آتی ہیں، یہ سب بندگانِ اغراض ہوتے ہیں، ان کو کوئی نہ کوئی ”مشکل“ درپیش ہوتی ہے یا ترقی کی کوئی منزل پیش نظر ہوتی ہے۔ ریاستی ادارے وہاں کے ماحول کا جائزہ لیں تو بہت سے سربستہ راز آشکار ہوں گے۔ ان باکمال پیر صاحبان کی خدمات بڑے بڑے اسپتالوں میں حاصل کی جائیں تاکہ سارے جاں بہ لب مریض شفا یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹیں۔